

پروفیسر رشید احمد انکوی

ڈائریکٹر اعلیٰ ریسرچ سنٹر

جامعہ حفصہ - خدمات کو نظر انداز نہ کیجئے

افسوس کہ ایک بڑے دینی مدرسہ کے بارے میں انصاف سے ہنسی ہوئی باتیں عام کر دی گئی ہیں۔ دوسرے رخ سے بھی بات ہونی چاہیے۔ جامعہ حفصہ کی تعلیمی تاریخ کے کئی ایمان افروز پہلو ہیں۔ سالہا سال سے ہزاروں طالبات کو قرآن و سنت کی روشنی پہنچانے والے ادارے کی خدمات کی ہم نفی نہیں کر سکتے۔ کوئی شک نہیں کہ ہزاروں خاندانوں کا اعتماد حاصل کر کے اسلامی تہذیب و تمدن کا درس دینا ایک ایسی خدمت ہے جس کا اندازہ بش بلیئر کی مہیا کردہ عینک سے کیا ہی نہیں جاسکتا۔ رہی بات فوجی تربیت کی خرابی کی تو حکومت پاکستان کی اہم پالیسی کے تحت تقریباً 20 سال تک لڑکوں اور لڑکیوں کے گورنمنٹ کالجوں میں این سی سی کی ٹریننگ دی جاتی رہی ہے اور اس پر اعلیٰ اداروں میں داخلہ لینے کے لیے بیس نمبر ملتے تھے۔ ظاہر ہے طلبہ طالبات کو فوجی ٹریننگ دینا کفر نہیں اور خود محکمہ تعلیم اور افواج پاکستان نے ایسا کر کے اچھا نمونہ پیش کیا۔ اس دور میں کالجوں میں سینکڑوں گمنوں اور گولیوں کا ذخیرہ ہوتا۔ سکھانے والے لوگ ہوتے۔ نشانہ بازی کے مقابلے ہوتے، روزانہ ٹریننگ ہوتی۔ کالجوں میں ہونے والی اس سب کچھ سرگرمی میں کوئی خرابی نہ تھی۔ حفصہ والے 21 ویں صدی میں رہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دشمنان اسلام مدارس کا کس نگاہ غلط انداز سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ کیا اسرائیل میں طلبہ طالبات کو فوجی ٹریننگ نہیں ملتی۔ کیا دنیا کے بیسیور ممالک میں کالجوں میں شہری دفاع وغیرہ کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ کیا بش بلیئر کے احکام پر اسلامی مدارس کے بارے میں کیے جانے والے اقدامات سے آنکھیں بند رکھی جاسکتی ہیں۔..... جامعہ حفصہ والوں نے اپنی ذہنی سوچ کے مطابق تعلیم کے ساتھ ساتھ، قریبی معاشرے میں اصلاح کے عمل کا ایک ماڈل پیش کیا جس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ معاشرتی بگاڑ میں ڈوبے ہوئے ماحول میں یہ سلسلہ عجیب سا لگا۔ ان کے قابل اعتراض طرز عمل کو باہم مباحثوں اور مذاکروں، سینئروں اور ویمنٹکوؤں سے تبدیل کیا جاسکتا تھا۔ صرف ہمارے محسن عظیم دوست چین کا حوالہ غیر معمولی نوعیت کا ہے مگر مساجد والے لوگ کوئی سفارتی عملہ کے لوگ نہ تھے۔ تاہم اس مسئلہ کو مقامی حکومت اور اسلام آباد کے نمائندگان پارلیمنٹ کے ذریعے بہت ہی آسانی سے مکمل طور پر حل اور ختم کیا جاسکتا تھا۔ اور حفصہ والوں کو آئندہ کے لیے محتاط رہنے کی وارننگ دی جاسکتی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "آج انسانوں کی تجارت یا خرید و فروخت" کا ایک باب سرعام کھلا ہوا ہے، گوانتا نامو کی کہانی اکیسویں صدی کا شرمناک ترین اور ذلت آمیز باب ہے۔ "غیرت مند مسلمانوں کے زندہ یا مردہ وجود" ایسے تاجروں کے ہاں اس طرح بیچی ہیں جس طرح ایسی لیبارٹری میں جراثیم کی خرید و فروخت۔

مسلمانوں کو یہ اجازت نہیں دی جاتی کہ اپنا دفاع کریں لیکن غیرت مند مسلمانوں کی خرید و فروخت کی یہ تجارت زوروں پر ہے مغربی سامراج کی جانب سے طلب ہے کہ اپنے معاشروں کے پاکیزہ ترین، اور زندہ و بیدار مغز غیرت مند انسان انکے سپرد کر کے منہ مانگے دام وصول کیے جائیں۔ اس عالمی قزاقی و بد معاشی نے کتنے ہی مسلمان معاشروں پہچان پیدا کر رکھا ہے۔ مذکورہ تاجروں کو ہمارے قبائلی آزاد طبع مسلمان نوجوانوں کا گوشت و خون بہت مرغوب ہے کہ یہ روئے زمین کے غیرت مند ترین مسلمان ہیں۔ انکو زنجیریں پہنا کر سامراج نیشے میں مست ہو جاتا ہے۔ عبدالسلام ضعیف کی آپ بیتی پڑھ لیجیے۔ سب کچھ واضح ہو جائیگا۔

پاکستان کے عوام و خواص اس سامراجی تجارت سے آگاہ ہیں اور بڑوں بڑوں سے زیادہ زیرک ہیں۔ ایک لمحے میں انکی نگاہیں پیٹھا گون کی پالیسیوں کی باریکیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ ٹی وی چینلوں پر چلنے والے جملے سن لیجیے، پڑھ لیجیے، کوئی بھی کڑیاں انہوں سے نہیں جوڑتا، اتفاق کامل ہے کہ "یہ سب کچھ امریکہ کو خوش کرنے کیلئے کیا گیا"۔ حال ہی میں بے نظیر بھٹو نے تسلسل کیساتھ مدرسہ حصہ کے خلاف جو گفتگو کی ہے وہ ہمارے نقطہ نظر کو تقویت پہنچاتی ہے۔ ایک برقعہ پوش خاتون راہنمائے آنسوؤں کی زبان میں ٹی وی چینل کی گفتگو میں کہا کہ ہمارا خون گلہ سے میں سجا کر امریکہ کو کنڈرانا پیش کیا گیا ہے۔ اور سچ سچ بعض امریکی حکام نے اس کے عین مطابق صدارتی مسئلے پر بیان داغا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس خون ریزی پر امریکیوں سے خوشیاں سنہائی نہیں جارہی ہیں۔ جس روز برطانیہ سے مبارکباد کا پیغام آیا دو پہر کو ایک تھڑے پر بیٹھے لوگوں میں شرط لگی ہوئی تھی کہ آج شام تک عالمی کفاروں نے کی مبارکباد نہ آئی تو میرا نام بدل دینا اور سچ سچ شام کو برطانیہ اور اگلے دنوں آئے روز امریکہ سے مبارکباد کے ڈھیر اس طرح برس رہے تھے جس طرح چیف جسٹس صاحب کی گاڑی پر پھولوں کی پتیوں برستی ہیں۔ ایک بات ہمارے پڑھے لکھوں بلکہ دانش وروں تک کو بھول چکی ہے کہ مغربی سامراج کی نگاہ میں پورے روئے زمین پر دشمن نمبر ایک "دینی مدرسے" اور انکو چلانے والے "مولوی" ہیں اور یہ آج کی نہیں ڈیڑھ سو سال پہلے اٹھارہ سو ستاون کا قصہ ہے جو آج تک جاری ہے۔ فرنگی نے برصغیر کو تاراج کیا مگر علمائے حق اور غیور افغان قبائل کو زیر نہ کر سکا، اسوقت سے آج تک ان سے اسکی جنگ جاری ہے اور اس جنگ کی تعلیمی، تدریسی نظریاتی و دفاعی امامت و قیادت، ملاں کے پاس ہے۔ اور بہت اہم بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کی "تعلیمی مین سٹریم" وہ نہیں جو مغربی نظام تعلیم کے نام سے مسلط کی گئی ہے بلکہ اصل مین سٹریم یہی مولوی کا نظام تعلیم ہے۔ علامہ اقبال نے افغان حوالے سے "ملاؤ کوکوہ و دمن سے نکال دو" والا طرز فرہنگیوں کیخلاف کیا تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ جب تک "ملاؤ" کی قیادت قائم رہے گی فرنگی ہمیں شکست نہیں دے سکتا اور یہ سبق آج کے سامراج کے ذہن میں بھی نقش ہے۔ جسے ایم ایم اے کا وجود بالکل اچھا نہیں لگتا علامہ اقبال کا مشہور تصور ہے کہ برصغیر میں اسلام کی حفاظت افغان کرے گا اور آج پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ سرحد، بلوچستان میں ایم ایم اے کی طاقت مغرب پرستوں کو ایک

آنکھ نہیں بھاتی۔ اور جامعہ حصہ کی طالبات کی ایک بڑی تعداد قبل غیور مسلمان گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ بات کیا کم اہم ہے کہ جب مغرب کے زیر تسلط سرکاری مشینری نے ساٹھ سال میں مسلمان بیٹیوں کو کجاب اور دوپٹے سے لاتعلق کر دیا اور آج امریکی برطانوی تعلیمی سسٹم سے ملحق ادارے مغربی تہذیب پھیلا رہے ہیں۔ مگر ایسے میں جامعہ حصہ نے ہزار ہا بیٹیوں کو اسلامی معاشرت کا شیدائی بنایا۔ یہ بہت بڑا تہذیبی کارنامہ ہے مگر اسے مغرب پرستی کی انتہاؤں میں لینے والے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ جامعہ والوں کی کسی معاملہ میں تدبیر کی غلطی اپنی جگہ، مگر ان کی خدمات بھی دیکھی جائیں۔..... اہل جامعہ حصہ میں خرابی کے پہلو سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وفاق المدارس جو علمائے حق کا سب سے مضبوط اور وسیع الاثر پلیٹ فارم ہے اس نے اپنے وفاق کا ممبر ہوتے ہوئے بھی جامعہ حصہ والوں کے طرز عمل سے اختلاف کیا (مقاصد سے نہیں) اسی طرح اسلامی قوتوں کے نمائندہ فورم ایم ایم اے نے اپنا اختلاف قائم رکھا۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود محصوموں کا خون حلال نہیں ہو سکتا۔ انسانی ضمیر اور کامن سنس ان حالات کی سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ حصہ کی خبروں کو "قانون دانوں کی تحریک" کے پس منظر کا حصہ سمجھتا ہے کوئی شخص تجزیہ مکمل نہیں کرتا جب تک امریکہ اے پی سی اور سپریم کورٹ کے نام زبان پر نہ لائے۔ کہنے والے مشہور مصرعہ دہرا رہے ہیں کہ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد" تو اس مصرعہ کے "ہر" کو وہ آج کے حالات سے جوڑتے ہیں۔ یہ صحیح ہے یا غلط ہم نہیں جانتے۔ ٹی وی مذاکرات میں ایک صاحب نے "شام غریباں" کا عنوان دیا۔ ایک مقرر نے برصغیر کی آزادی کے مشہور و شرمناک واقعہ جلیانوالہ اور جنرل ڈائر کو سانحہ اسلام آباد کے ساتھ مربوط کیا۔ ہم اچھا کہیں یا برا "جامعہ حصہ اور لال مسجد" کے عنوان سے تاریخ جدید کا ایک خونی سیاہ باب رقم ہو چکا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حکومتی رٹ قائم کرنے والوں کا، عوام کی منتخب حکومت کی رٹ تسلیم کرنے کے حوالہ سے اپنا ریکارڈ کیا ہے؟ نواب اکبر بگٹی نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمیں قانون کا سبق پڑھانے والے قانون کو مانتے تو وہاں نہ بیٹھے ہوتے جہاں سے ہمیں احکام دے رہے ہیں۔ اسلام آباد کا ذکر مطالعہ پاکستان اور تاریخ اسلام کے کئی صفحات یا کم از کم ہیرا گراف ضرور بنائے گا۔ تاریخی اصولوں کا تقاضا ہے کہ مثبت و منفی دونوں پہلو دیکھے جائیں۔ رٹ کا لفظ اکثر سننے میں آتا ہے مگر اس کا ایک جملے میں تجزیہ یہ بھی ہے کہ ملک میں سب سے بڑے قانون یا تمام قانونوں کی ماں "دستور" کی رٹ توڑنے والے، اور منتخب پارلیمینٹوں کو پاؤں تلے روندنے والے، اپنے دل میں جھانک کر "رٹ" کے حوالے سے اپنے ضمیر کی عدالت سے تو پوچھ لیں۔ کاش کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ریل صدی کی ٹھوکروں کے بعد 1973ء میں بھٹو صاحب کی قیادت میں جو متفقہ دستور تیار ہوا، اس کی رٹ بھی قائم ہو جاتی، اور اس کی روشنی میں "دستور سوزی" کے مرتکب ہونے والوں کا بھی جامعہ حصہ کی طرح "تورابورا" ہو سکتا اور ہجڑوں میں زندہ اور مردہ مجرم سب کو شامل کیا جاتا۔

عظیم امریکہ کی قیادت میں رٹ کا سفر آگے جاری رکھے ہوئے

ہیں۔ مگر ہم شاید اپنے منہ میں وہی کچھ بھرتے رہیں گے جو ہمارا دشمن آقا فرما دے اس پر لائقہ کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔ اسلحہ سنور کرنے کی باتیں ہمارے علم سے بہت اونچی ہیں یہ متعلقہ ایجنسیوں کے غور و فکر کے مقامات ہیں۔ مولانا عبدالعزیز ماشاء اللہ زندہ ہیں، قانون کے ہاتھوں میں ہیں، اپنے موقف کی وضاحت خود کر سکتے ہیں۔ تاہم مدارس عربیہ کی حقیقت، ان کی سامراج کی نگاہ میں اہمیت مسلمانوں کے نظام تعلیم میں ان کا مقام و مرتبہ، ہر مسلمان کی دلچسپی اور غور و فکر کے مسائل ہیں اور امریکی صدر نے اربوں ڈالر مسلمان ملکوں میں ”مسجد و مدرسہ کی اصلاح (۲)“ کیلئے وقف کر رکھے ہیں۔ انہوں نے کسی طرح اپنا اثر دکھانا ہی دکھانا ہے۔ حکم ہوتا ہے نصابوں سے قرآن کی آیتیں نکال دو۔ جہاد کی تعلیم چھوڑ دو۔ تو کیا ہمارا دین ہمیں کفار سے سبق حاصل کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

آج اسلامی سوچ کے حامل لوگ دکھی ہیں۔ ہر انصاف پسند انسان دکھی ہے۔ ایسے میں بے نظیر اور الطاف بھائی کے بیانات بہت تشویش ناک بھی ہیں اور غور و فکر کے متقاضی بھی۔ ان کا گہرا تجزیہ کرتے وقت نظر گذشتہ عشروں کے ٹرک معاشرہ کی جانب جاتی ہے۔ جبکہ مصر، الجزائر، عراق، افغانستان تو ایک مستقل حوالہ گفتگو ہیں اور مسلمان ملکوں میں مسلح قوت سے سامراجی ایجنڈے کی تکمیل کا کام لینا اب کوئی ڈھکی چھپی یا اجنبی کی بات نہیں رہی۔ آخر میں ایک تجویز یہ ہے کہ ”دہشت گرد“ اور ”انتہا پسند“ دونوں اصطلاحیں ہمارے دشمن کی ایجاد کردہ ہیں اور سچے مسلمانوں کے لیے انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ملک میں ان دونوں اصطلاحات کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے تاکہ معاشرہ ان کے شر سے بچ سکے۔ ع یہ خونِ خاک نشیناں تھا رزقِ خاک ہوا

بقیہ صفحہ ۵۲ سے (انسانی حقوق اسلامی تناظر میں)

دوسروں کی مدد کرنا دوسروں کیلئے نفع بخش بننا ہے اور نفع بخشی اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتی ہے لوگوں کے درمیان نافع بننے والا لوگوں کے سچے سردار کا درجہ پالیتا ہے: ”سید القوم خادیم“ اور اس سے بڑھ کر مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نصرت و یاری کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور اس پر اپنے فضل و کرم کی بارش برسانے لگتا ہے اور اسکے دنیا و آخرت دونوں کے مسائل کو حل کر دیتا ہے۔ رحمتِ دو عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: من یسر علی معسر فی الدنیا یمسر اللہ علیہ فی الدنیا والأخرۃ“ (۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا میں کسی محسوس حال کو آسانی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں آسانی فراہم کرے گا۔ ”کمزوروں کی نصرت و مدد میں اپنے آپ کو مصروف رکھنا قابلِ قدر صفت ہے۔ اس سے انسان قربتِ خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ محسنِ انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے: ”المساعی علی الأرملة کالمجاهد فی سبیل اللہ وکالذی یقوم اللیل والنہار“ (۹) ”بیوہ اور مسکین کیلئے دوڑ و جہد کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند اور اس شخص کی طرح ہے جو دن بھر روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو۔“ (جاری ہے)